پھول غزل کے

(غزلیں)

نہ جانے کیسے گلستاں میں پھول مہکے ہیں
جلائے کس نے ہیں آخر یہ رنگ و بو کے چراغ

فاطمہ تاج

جملہ حقوق بحق شاعرہ محفوظ ہیں

نام کتاب　　پھول غزل کے

نام شاعرہ　　فاطمہ تاج

تاریخ اشاعت　　۲/ نومبر ۱۹۹۸ء

ترتیب وتزئین　　فاطمہ تاج

ناشر

سرورق　　خطاط العصر عالی جناب محمد عبدالسلام صاحب

تعداد اشاعت　　پانچ سو

قیمت　　۱۰۰ روپئے

مقام طباعت　　اویس گرافکس ۔ حیدرآباد

جزوی تعاون　　اردو اکیڈیمی، آندھراپردیش

کمپیوٹر کتابت　　جناب جلال الدین اکبر "اردو کمپیوٹر سنٹر

فون نمبر 4530850 سیلولر 9848022987

17-1-181/M/35 - روبرو جامعہ عائشہ نسوان (نیو بلڈنگ)

داراب جنگ کالونی ۔ مادناپیٹ ۔ حیدرآباد ۵۹ (اے ۔ پی)

========= کتاب ملنے کے پتے =========

- ہلال پن اسٹور، گلزار حوض، حیدرآباد، فون ۴۵۶۶۲۷۷
- اردو بک ڈپو انجمن ترقی اردو، آندھراپردیش ۔ گلشن حبیب اردو ہال حمایت نگر حیدرآباد ۔
- شاعرہ میر چوک، مگر باولی مکان نمبر ۳۳۹-۳-۲۲، حیدرآباد فون ۵۲۱۹۴۸

No 22-3-339, MEER CHOUK, MAGAR BAWLI,
HYD 2 (A P) PHONE No 521948

انتساب

ناشر کے نام

"پھول غزل کے"

انصاف میرے دور کے لوگوں نے یوں کیا
مجرم تھا کوئی اور ، سزا دے گئے مجھے

فہرست

ے

اظہار خیال

فاطمہ تاج کی شاعری سخن سازی کی نہیں سخن گستری کی آئینہ دار ہے ۔ ان کا کلام قاری کے دل میں مسرت اور خوشگوار احساس پیدا کرتا ہے تصنع اور تکلف کا بوجھل پن کہیں ہو تو ہو مگر سادگی میں پرکاری ، روانی ، بے ساختگی اور دلکش طرز اظہار کی کوئی کمی نظر نہیں آتی ۔

فاطمہ تاج کے شعر ذہنی مشقت کا حاصل نہیں ہیں شاعری ان سے سرزد ہوتی رہتی ہے

۔ ان کا ذوق سخن کسی حسرت خام کا پیدا کردہ نہیں ہے بلکہ قدرت کا عطیہ ہے ۔

فاطمہ تاج فکر کی پرواز کے نام پر خلاء بازیوں میں معلق اور بےوزن ہونا نہیں چاہتیں اپنی فکری شائستگی کے بھرپور احساس کے ساتھ زمین شعر پر قدم جماکر سفر کرنا پسند کرتی ہیں اور بڑے یقین کے ساتھ یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ فاطمہ تاج دنیائے شعر و ادب میں اپنے وجود اور اہمیت کو منوا ہی لیں گی ۔

میں اس شعری مجموعہ کی اشاعت پر ان کو مبارکباد دیتا ہوں ۔

روحی قادری

بات باقی ہے

فاطمہ تاج

کمال قلم اور نہ ذوق سخن تھا
ملی جس سے شہرت وہ دیوانہ پن تھا

یک رخی راستہ کی طرح میری گفتگو کی طویل مسافت طئے کرتے ہوئے قارئین کو شاید احساس ہوتا ہوگا کہ گرم سفر رہنے والی فاطمہ تاج نہ جانے کس منزل پر ٹھیرے گی؟ کہاں اس کے قدم بوجھل ہوں گے؟ وہ مقام کب آئے گا جہاں زندگی کے نشیب و فراز اسے تھکن کا احساس دلائیں گے۔ معزز قارئین! فاطمہ تاج کی زندگی سفر ہے صرف سفر --------- جس میں تھکن، آبلہ پائی اور نشیب و فراز کے باوجود مسلسل چلتے رہنے سے بڑا لطف آتا ہے۔ یہ بوجھل قدم کہیں رکنا نہیں چاہتے اور سچ تو یہ ہے کہ وہ مقام کہیں نہیں جہاں میں ٹھہر سکوں۔

میری رفتار دھیمی ہو سکتی ہے لیکن میں رک نہیں سکتی گردش دوراں میری ہم مقدم ہے نا! اپنے تجربات، کیفیات و احساسات کو قلمبند کرتے ہوئے میں نے محسوس کیا ہے ؎

آئینے ٹوٹ گئے کھو گیا سب حسن و جمال
گھر میں اب کیا ہے مرے، میری کتابوں کے سوا

موجودہ دور کے رشتے تسکین نہیں دیتے تھکن کا احساس دلاتے ہیں۔ حالات نے قدم قدم پر جذبوں کی قتل گاہیں بنادی ہیں، محبت کی کشادہ دامنی

سمٹ کر ایک "نقطۂ فکر" بن گئی ہے۔ جہاں محبت کا یقین ہوتا ہے صرف یقین ----- فیض نہیں آج کے دور کا انسان چاہے وہ کتنی ہی بھیڑ میں ہو خود کو تنہا محسوس کرتا ہے زندگی کی تمام آسائشوں کے باوجود بے چین رہتا ہے۔

خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھیں قدرت نے قرطاس و قلم سے جوڑ دیا ہے ایسے ہی خوش نصیبوں کی مسند پر کہیں اِن گوشہ میں مجھے بھی جگہ ملی ہے اور یہی جگہ "ظرف قدح خوار" کی آزمائش ہے۔

قارئین کی خدمت میں"

"اب کے برس" میں، میں نے اپنی تاریک راتوں اور جھلستے دنوں کے کچھ منظر پیش کئے۔

"آس پاس" میں بکھرے ہوئے افسانے ماضی اور حال کے کچھ متحرک سایوں کی نشاندہی کرتے ہیں

"امانت" میں کچھ شخصیتیں قلم کی زد میں آئیں تو کہیں انشاء پرداز فطرت نے انگڑائیاں لینے کی کوشش کی۔

"دلاسا" میں طبیعت کی شوخی نے اٹھلاتے ہوئے اس زینے پر قدم رکھا جہاں کچھ نقرئی اور کچھ گونجدار قہقہے زندگی کا احساس دلاتے ہیں ناولٹ

"وہ" کے متاثر کن ماحول میں رومان کی شائستگی اور مختلف موضوعات پر فلسفیانہ انداز کے کچھ مکالمے بھی نذر قلم ہوئے اور پھر

"خوشبوئے غزل" فضائے شعر و ادب میں پھیل گئی

دور تک ----- بہت دور تک ؎

آخر ہمارے درد کی خوشبو بکھر گئی

اس خوشبو نے مجھے حوصلہ دیا اور پھر اسی

"حوصلہ" کو میں نے کتاب کی شکل دے کر قارئین کی خدمت میں

پیش کرتے ہوئے داد و تحسین حاصل کی ۔ میرا یہ شعری و ادبی ذوق صرف میری اپنی تسلی کے لئے ہے نہ کسی تنقید کا منتظر نہ کسی تعریف کا متمنی

پھر بھی باذوق وقدرداں شخصیتوں سے جو بھی ملتا ہے دامن میں سمیٹ لیتی ہوں اس بار قارئین کرام کی خدمت میں پیش ہیں "**پھول غزل کے**"

پھول کھلے ہیں جنگل جنگل صحراؤں میں نکہت ہے
اشکوں کی برسات نے میری دامن تیرا پایا ہے

استاد سخن محترم و مکرم جناب روحی قادری صاحب کی ـــ حد ممنون ہوں کہ انہوں نے میری تحریر کا جائزہ لے کر قابل قدر و منفرد انداز میں اظہار خیال کیا۔

عزیزم **جلال الدین اکبر** نے چھوٹے بھائی کی طرح کتاب کی اشاعت میں بھرپور تعاون کیا جس کے لئے دعاگو ہوں اور شکر گزار بھی۔

ناشر" کے لئے اظہار ممنونیت کے طور پر اس شعری مجموعہ کا انتساب ناشر کے نام ــــــ

یہ غم نہیں کہ ملا درد لادوا ہم کو
خوشی یہ ہے کہ ہمیں درد آشنا بھی !!!

حمد باری تعالیٰ

دو عالم کی زینت کا ساماں بنایا
ترا شکریہ یارب جو انساں بنایا

ہے تیرا ہی منشاء یہ احسان تیرا
مرے مرتبہ کو کیا تونے اونچا

گنہہ گار ہوں پھر بھی رحمت ہے تیری
گنہہ بخش دینا یہ عادت ہے تیری

دو عالم کا خالق ہے غفار تو ہی
اگر تو خفا ہو تو قہار تو ہی

یہ احساس ہے کہ مرے ساتھ تو ہے
نگہبان ارض و سموت تو ہے

مرے واسطے تونے کیا کیا بنایا
سمندر ، چٹانیں ، درختوں کا سایہ

مرے واسطے آسماں کو جھکایا
مرے واسطے ہی زمیں کو بچھایا

یہ سرسبز سارے شجر بھی مرے ہیں
یہ موتی یہ ہیرے، حجر بھی مرے ہیں

کہیں فرشِ گل پر بچھونا مرا ہے
کبھی چاند تاروں سے دامن بھرا ہے

ہواؤں کے نغمے بھی میرے لئے ہیں
یہ شبنم کے قطرے بھی میرے لئے ہیں

سمندر کی تہہ میں گہر بھی مرے ہیں
یہ موسم یہ شام و سحر بھی مرے ہیں

زمیں کے طبق آسماں بھی مرے ہیں
یہ صحرا یہ بحرِ رواں بھی مرے ہیں

سنہری روپہلی یہ کرنیں بھی میری
شفق اور گھٹائیں یہ نہریں بھی میری

یہ رقصاں ہے جو چاندنی بھی مری ہے
یہ لرزاں گلوں پر نمی بھی مری ہے

مہکتے ہوئے سرد جھونکے مرے ہیں
تپش اور ہوائیں، بگولے مرے ہیں

مری ذات پر تیرے احساں ہیں کیا کیا
کہ تسکینِ فطرت کے ساماں ہیں کیا کیا

تری نعمتوں ہی کا مظہر ہوں میں بھی
ہے شہکار تیرا وہ پیکر ہوں میں بھی

مری ذات پر ہیں عنایات تیری
زمانے کا مرکز ہے اک ذات تیری

رحیم و کریم اور رحمٰن تو ہے
خدایا مرے میرا ایمان تو ہے

تجھی سے ملا مجھ کو جو بھی ملا ہے
کرم سے ترے یہ سبھی کچھ مرا ہے

نہ کرنا کسی کا بھی محتاج مجھ کو
عطا کردے قادر یہ معراج مجھ کو

میں مخلوق ادنیٰ تو خالق ہے اعلیٰ
مرے ربِ اعلیٰ اے میرے خدایا

○○○○○

مناجات

یوں حال دل تجھے میں مولا سنا رہی ہوں
ہنسنے کی آرزو میں آنسو بہا رہی ہوں

شائد نصیب میں تھے سب امتحان میرے
بہتان سہہ رہی ہوں صدمے اٹھا رہی ہوں

اے خالق جہاں اب دشمن کو زیر کردے
تیغ جفا کی ضربیں میں کب سے کھا رہی ہوں

محتاج میری ہستی ، ہے تیری ذات قادر
تیری صفات اعلیٰ میں فیض پا رہی ہوں

پروردگار عالم دے مجھ کو تو سہارا
میں راہ زندگی میں پھر لڑکھڑا رہی ہوں

اللہ دے دے مجھ کو صدقہ رسولؐ کا دے
سارے جہاں کے کب سے احساں اٹھا رہی ہوں

یارب زمانے والے کہتے ہیں تاج مجھ کو
میں تیرے آگے ہردم سر کو جھکا رہی ہوں

○○○○○

"لاشریک لہ"

کتابوں میں ، میں نے کبھی یہ پڑھا تھا
ہوائیں ، گھٹائیں ، فضائیں سبھی کچھ

اسی کے اشارے کی پابند ہیں سب
یہی سوچتی تھی کہ وہ کون ہوگا

ہر اک شئے پہ ہیں اختیارات جس کے
شعور آگیا تو سمجھ میں یہ آیا

مرے دل کی دھڑکن رگ جاں کی جنبش
وہی ہے ، وہی ہے ، یقیناً وہی ہے

شریک اس کا دنیا میں کوئی ہنیں ہے
اسی کا ہے پابند سارا زمانہ

ہوائیں ، گھٹائیں ، فضائیں سبھی کچھ
غنی ہے ، سخی ، وہ ستار بھی ہے

مہربان ہے وہ جو غفار بھی ہے
اسی کے لئے ہے مری زندگانی

خطائیں ، وفائیں ، دعائیں سبھی کچھ
شریک اس کا دنیا میں کوئی ہنیں ہے

مرے خدا

جو ایک سجدہ عقیدت کا تری نذر کیا
وسیلہ ہے وہی سجدہ میری دعاؤں کا

تو اس کے بدلے گناہوں کو درگزر کردے
مری زبان و قلم کو بھی بااثر کردے

سجھائی کچھ نہیں دیتا مجھے اندھیرے میں
شب حیات مسلسل ہے اب سحر کردے

مجھے نہ واسطہ اب ہو فراز و پستی سے
خدایا تو مرا کردار بالاتر کردے

مری یہ خانہ بدوشی مجھے رلاتی ہے
یہ آرزو ہے کہ جنت میں میرا گھر کردے

مرا وجود بھی خاشاک کے مماثل ہے
تو رحمتوں سے مری ذات تر بتر کر دے

مرے خدایا عطاؤں کی تیری میں صدقے
حقیر ذرہ ہوں میں صورت قمر کر دے

رکے ہوئے مری آنکھوں میں اشک عصیاں ہیں
ان آنسوؤں کی روانی کو تیز تر کر دے

زمانہ مجھ پہ بہت اعتبار کرتا ہے
مرے خدا تو مجھے اور معتبر کر دے

OOOOO

دعا

یارب! وہ حوصلہ دے کہ ہر غم اٹھا سکوں
میں تیرے آگے سر کو ہمیشہ جھکا سکوں

پروا نہیں جو باد مخالف چلی چلے
ایسا ہنر بھی دے کہ میں شمعیں جلا سکوں

کچھ بھی ہو مجھ سے ٹوٹے کسی کا نہ دل کبھی
میں بھی مسیحا جیسا اک اعزاز پا سکوں

میں ناخدا نہیں ہوں مگر آرزو ہے یہ
میں کشتی حیات کسی کی بچا سکوں

محلوں کی آرزو ہے نہ گلشن کی آرزو
اتنی ملی جگہ کہ میں سر کو جھکا سکوں

ایسا تو کوئی وصف عطا کر مجھے خدا
مرنے کے بعد سب کو میں یاد آ سکوں

فکر و نظر سے مولا مجھے سرفراز کر
دل کو میں اپنے صورت شیشہ بنا سکوں

○○○○○

"جشن میلاد مصطفیٰ"

دیا ہے رنگ ارض و سما کا
جشن میلاد ہے مصطفیٰ کا

ماند پڑنے لگے ہیں ستارے
محو حیرت ہیں سارے نظارے
معجزہ ہے یہ بدرالدجیٰ کا
جشن میلاد ہے مصطفیٰ کا

دف بجانے لگی ہیں ہوائیں
گنگنانے لگی ہیں فضائیں
خیرمقدم ہے خیرالوریٰ کا
جشن میلاد ہے مصطفیٰ کا

گیسوئے مصطفیٰ ہیں معطر
اور جبیں نور سے ہے منور
ہر طرف شور ہے مرحبا کا
جشن میلاد ہے مصطفیٰ کا

اشک آنکھوں سے برسانے والو
دامن دل کو پھیلانے والو
صدقہ لینا ہے نور خدا کا
جشن میلاد ہے مصطفیٰ کا

سب گنہگار کہتے ہیں رب سے
منتظر رحمتوں کے ہیں کب سے
ایک لمحہ قبول دعا کا
جشن میلاد ہے مصطفیٰ کا

تاج پھولوں کی مسند بچھاؤ
مشک و عنبر کی خوشبو لٹاؤ
ورد جاری ہے صل علیٰ کا
جشن میلاد ہے مصطفیٰ کا

○○○○○

نعت شریف

اعزاز سیادت مجھے ورثے میں ملا ہے
مجھ کو مرے سرکارؐ کے صدقے میں ملا ہے

عصیاں کی ندامت سے جو آنسو نکل آیا
بخشش کا وسیلہ اس قطرے سے ملا ہے

دیدار نبیؐ سے ہیں جو پرنور یہ آنکھیں
یہ نور دعاؤں ہی کے بدلے میں ملا ہے

ہے نعمت عظمیٰ مرے دامان طلب میں
جو کچھ بھی ملا مجھ کو مدینے میں ملا ہے

ہے صل علیٰ لب پہ تو رخ سوئے مدینہ
طیبہ کا سفر بھی مجھے تحفے میں ملا ہے

مجھ کو مرے عصیاں کا کوئی خوف نہیں ہے
عرفان شفاعت مجھے سجدے میں ملا ہے

دل چاہتا ہے تاج قلم چوم لوں اپنا
اس درجہ سکوں نعت کے لکھنے میں ملا ہے

نعت شریف

نقشِ قدم سے اس کی قسمت جگا رہے ہیں
سرکار اس زمیں پر تشریف لا رہے ہیں

مکّہ کا آسماں ہے کچھ اس طرح سے روشن
خود مہر و ماہ و انجم سر کو جھکا رہے ہیں

آغوشِ آمنہ میں اک نور ہے سراپا
جھونکے ہوا کے جس کو لوری سنا رہے ہیں

ہے شادماں حلیمہ قسمت چمک اٹھی ہے
انوارِ مصطفیٰؐ کے منظر لبھا رہے ہیں

خیمے مہک رہے ہیں صحرا کی سرزمیں پر
سارے قبیلے والے خوشیاں منا رہے ہیں

ہیں عنبریں فضائیں نغمہ سرا ہوائیں
نظارے کہہ رہے ہیں سرکار آ رہے ہیں

سب دکھ بھرے دلوں کا تسکین کا شفا کا
محبوبِ ربِ اعلیٰ پیغام لا رہے ہیں

ہے تاج ان کی کملی سایہ فگن سبھی پر
سب اس کی چھاؤں میں ہی تسکین پا رہے ہیں

○○○○○

نعت شریف

شہہ انبیاء ہیں حبیب خدا ہیں
دو عالم کے آقا مرے مصطفےٰ ہیں

میں کب کہہ رہی ہوں محمدؐ خدا ہیں
مگر کیا خدا سے کہیں وہ جدا ہیں

محمدؐ کے در پر یہ سر جھک گیا ہے
تو افلاک جیسے مری گرد پا ہیں

نہ ہو کیوں مرے ساتھ ساری خدائی
حبیبؐ خدا جب مرے رہنما ہیں

مجھے حادثوں کا کوئی خوف کیوں ہو
مرے جب نگہباں رسول خدا ہیں

بدن ہے تو سایہ نہیں ہے بدن کا
بشرؐ ہیں تو فہم بشر سے سوا ہیں

یہ جنت کے رستے یہ رحمت کے رشتے
محمدؐ کا عطیہ نہیں ہیں تو کیا ہیں

نبیءِ مکرم کے صدقے مری جاں
مرے ٹوٹے دل کا وہی آسرا ہیں

رسول معظم کی تعریف کیا ہو
حبیب خدا ہیں حبیب خدا ہیں

منور فلک ہے معطر زمیں ہے
وہ جلوہ نما ہیں وہ جلوہ نما ہیں

جو معراج کی شب سر عرش چمکے
وہ نقش قدم تاج کا مدعا ہیں

○○○○○

"میلاد خیرالوریٰ"

فرش تا عرش صل علیٰ ہے
آج میلاد خیرالوریٰ ہے

چاند تاروں سے روشن زمیں ہے
ہر نظارہ جہاں کا حسیں ہے
بالیقیں آمد مصطفےٰ ہے
آج میلاد خیرالوریٰ ہے

مہکے مہکے ہیں مکہ کے رستے
ہیں مقدس ولادت کے چرچے
پھول دشت عرب میں کھلا ہے
آج میلاد خیرالوریٰ ہے

اے حلیمہ مبارک سعادت
آمنہ کے پسر کی رفاقت
گود میں تیری نور خدا ہے
آج میلاد خیرالوریٰ ہے

دونوں عالم میں نور محمدؐ
ہوگیا ہے ظہور محمدؐ
آپ کی ذات اک معجزہ ہے
آج میلاد خیرالوریٰ ہے

تاج آقا کا صدقہ ملے گا
تم نے جو کچھ بھی چاہا ملے گا
رحمتوں کا بس اک سلسلہ ہے
آج میلاد خیرالوریٰ ہے

نعت شریف

دل میں ہے مرے حسرت دیدار مدینہ
پھر در پہ بلا لیجئے سرکارِ مدینہ

کچھ لوگ تو جنت کے فسانوں ہی میں گم ہیں
لیکن ہے مرے سامنے گلزار مدینہ

ہو جائے گا سب کچھ ہی فنا روز قیامت
مٹنے کے نہیں ہیں مگر آثار مدینہ

میں آل نبیؐ ہوں تو یہ احساں ہے خدا کا
حاصل ہے مجھے نسبت سرکارِ مدینہ

بدلے میں مری جان کے لوں خاک مقدس
دوبارہ اگر جاؤں میں بازار مدینہ

کیوں ان پہ تصدق نہ ہوں پھر شمس و قمر تاج
آنکھوں نے تری دیکھا ہے دربار مدینہ

(—)(—)(—)(—)(—)

نعت شریف

یا نبی زخم دل میں نہاں ہیں
دیکھئے اشک غم ترجماں ہیں

میں اکیلی حوادث کی زد میں
اور مخالف یہ اہل جہاں ہیں

مرتبہ مصطفیٰ کا نہ پوچھو
ان کے قدموں تلے آسماں ہیں

جن کا سر ہے در مصطفیٰ پر
ان کے قدموں تلے آسماں ہیں

چاند سورج ہوں یا ہوں ستارے
ان کے قدموں کے سب یہ نشاں ہیں

آپ نور خدا ، فخر آدم
آپ ہی سرور دو جہاں ہیں

رب نے ان کو پکارا حبیبیؐ
صاحبِ لامکاں اور مکاں ہیں

یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ جی
میرے آنسو مسلسل رواں ہیں

کیسے آؤں مدینہ ، میں آقا
مشکلیں راہ کی درمیاں ہیں

تاج یہ نذر حبِ نبیؐ ہیں
چشمِ تر سے جو آنسو رواں ہیں

○○○○○

نعت شریف

ہے شمع محبت کی فروزاں شب معراج
سرکار خدا کے ہوئے مہماں شب معراج

ہے عالم خاکی پہ جو انوار کی بارش
ہر اہل نظر پر ہے نمایاں شب معراج

آقائے دوعالم گئے جب عرش بریں پر
تھے حور و ملائک بھی ثناخواں شب معراج

جبریل امیں رہ گئے بس اپنی حدوں میں
تھے گرم سفر صاحب دوراں شب معراج

کونین کے خالق نے بلایا ہے نبی کو
محبوب سے مل کر ہے وہ شاداں شب معراج

میں تاج لکھا کرتی ہوں آقا کا قصیدہ
ہوتی ہے فدا ان پہ مری جاں شب معراج

یا نبیؐ

شان ارض و سماء جان شمس و قمر
آپ نور خدا آپ خیرالبشر

یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ

آپ کی چشم رحمت کے ہیں منتظر
میرے اشک الم میرے زخم جگر

یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ

میرے خیرالوریٰ دل پریشان ہے
آپ ہی لیجئے اب مری کچھ خبر

یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ

آپ کے در پہ لے کر امید کرم
آئی ہوں آج پھر میرے خیرالبشر

یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ

کون ہے تاج کا آپؐ کے ماسوا
سرور دو جہاں کیجئے اک نظر

یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ یا نبیؐ

○○○○○

نعت شریف

مہکنے لگی ہے فضائے مدینہ
کہ مکہ سے سرکار آئے مدینہ

ہے میری زباں پر دعائے مدینہ
سفر ہو دوبارہ برائے مدینہ

ملے لطف کیا اس کو اس زندگی کا
جو دنیا میں آکر نہ جائے مدینہ

جو بیمار دل ہیں انہیں یہ سنادو
پیام شفا ہے ہوائے مدینہ

بڑھی جارہی ہے سفر کی تمنا
نہ جانے خدا کب دکھائے مدینہ

دعا تاج شام و سحر کر رہی ہوں
رہے دل میں ہر دم ضیائے مدینہ

○○○○○

نعت شریف

دل ہوا جب فدائے محمدؐ
میرے خوابوں میں آئے محمدؐ

میں کہاں اور کہاں ان کا جلوہ
چومتی ہوں میں پائے محمدؐ

مرتبہ سب سے اعلیٰ ہے ان کا
عرش پر جاکے آئے محمدؐ

چاند سورج ہو یا کہکشاں ہو
سب ہیں عکس ضیائے محمدؐ

کوئی دنیا میں میرا نہیں ہے
ہاں مگر اک سوائے محمدؐ

حشر میں آسرا جب نہ ہوگا
چھاؤں دے گی ردائے محمدؐ

تاج کے دل کا ہوگا مداوا
گر ملے خاک پائے محمدؐ

○○○○○

نعت شریف

دونوں جہاں میں لے کر رب کا پیام آئے
امت کے واسطے ہی خیرالانام آئے

وہ نور کا تسلسل کامل ہیں اور اکمل
ظلمت کدے میں بن کر ماہ تمام آئے

سردار دو جہاں کے ، محبوب ہیں خدا کے
طیبہ کی سرزمیں پر کرنے قیام آئے

بارش تھی رحمتوں کی طیبہ کے راستے میں
مت پوچھ مغفرت کے کیا کیا مقام آئے

ہر اک نے فیض پایا سرکار دو جہاں سے
آقائے دونوں عالم ، سب ہی کے کام آئے

حمد و ثناء لکھی ہے میں نے قصیدہ لکھ کر
شرف قبولیت کا شائد مقام آئے

جب ختم زندگی ہو ، یاد خدا ہو دل میں
ہونٹوں پہ تاج تیرے آقا کا نام آئے

○○○○○

نعت شریف

میں یادِ مصطفیٰؐ میں طیبہ کو جا رہی تھی
نقشِ قدم پہ ان کے سر کو جھکا رہی تھی

پہنچی جو ارضِ طیبہ اک نور کا سماں تھا
صل علیٰ کا نغمہ دھڑکن سنا رہی تھی

وہ روضۂ منور اب تک ہے اس نظر میں
ٹھنڈی ہوا جہاں پہ خوشبو لٹا رہی تھی

ان کے کرم کا مجھ کو احساس ہو رہا تھا
جیسے کہ ذاتِ اقدس خود ساتھ آ رہی تھی

وہ جالیاں سنہری وہ روضۂ منور
اس در پہ ساری خلقت سر کو جھکا رہی تھی

نعت شریف

مجھے مل گیا ہے سہارا محمدؐ
مرے دل نے جب بھی پکارا محمدؐ

یہی میری خواہش ہے دونوں جہاں میں
ملے صرف دامن تمہارا محمدؐ

بدل کر رہیں گے یہ دن رات میرے
جو اک بار کردیں اشارہ محمدؐ

بھنور میں ہے کشتی مری زندگی کی
نہیں بحر غم کا کنارہ محمدؐ

زمانہ نظر سے گرانے لگا ہے
سہارا محمدؐ، سہارا محمدؐ

کروں پھر سفر میں مدینہ کا آقا
کرم ہو یہ مجھ پہ دوبارہ محمدؐ

خدائی تو کیا خود خدا کہہ رہا ہے
ہے محبوب ہم کو ہمارا محمد

دل تاج غم سے تڑپتا ہے آقا
بچا لیجے اس کو دوبارہ محمدؐ

کچھ تھے دعائیں کرتے کچھ تھے قصیدہ پڑھتے
میں بھی وہاں مسلسل آنسو بہا رہی تھی

شہر مدینہ ان کی رحمت کا اک جہاں ہے
آنکھوں سے خاک طیبہ میں بھی لگا رہی تھی

پھر ہو رہی تھی مجھ پر جیسے کرم کی بارش
اور میرے دل کی دنیا پھر جگمگا رہی تھی

خوابوں میں فاطمہ کے جب بھی مدینہ آیا
دنیا کے غم بھلاکر وہ مسکرا رہی تھی

میں نے دکن میں رہ کر یہ تاج خواب دیکھا
دامن میں مصطفیٰ کے میں سر چھپا رہی تھی

○○○○○

"سلام"

کب تک رہوں میں یونہی تنہا سلام لیجئے
دست طلب سے میرے میرا سلام لیجئے

برباد گر نہیں ہوں آباد بھی نہیں ہوں
نظر کرم ہو مجھ پر ، آقا سلام لیجئے

زخمی ہوں مضطرب ہوں بیمار ہوگئی ہوں
اب یا مرے محمدؐ للہ سلام لیجئے

عصیاں میں ڈوبے ڈوبے ہیں صبح وشام میرے
بہر تسلی اب تو شاہا سلام لیجئے

رحمت نواز آقا اے دو جہاں کے سرور
بکھری ہوئی ہے میری دنیا سلام لیجئے

ہیں آپ آسرا بھی تسکیں کا سلسلہ بھی
کیوں تاج غمزدہ ہے اس کا سلام لیجئے

○○○○○

سلام

کملی والے پیمبر پہ لاکھوں سلام
اس شبیہ منور پہ لاکھوں سلام

جس کی سیرت کو قرآں بنایا گیا
اس رسولؐ اس پیمبر پہ لاکھوں سلام

جس کی خوشبو سے مہکا ہے سارا جہاں
اس وجود معطر پہ لاکھوں سلام

عرش پر جس کے نقش قدم رہ گئے
ابن آدم کے رہبر پہ لاکھوں سلام

وہ مجسم، مقدس، وہ نور خدا
طاہر اطہر، مطہر پہ لاکھوں سلام

طہٰ، یٰسین و احمد محمدؐ وہی
مصطفٰےؐ اور مبشر پہ لاکھوں سلام

حشر کے روز کوئی بھی پیاسا نہیں
صاحب حوض کوثر پہ لاکھوں سلام

دونوں عالم کے سرورؐ ہیں تاج نبیؐ
دونوں عالم کے سرور پہ لاکھوں سلام

نہ قرار سے نہ قیام سے نہ اذان سے نہ نماز سے
دل مبتلا کی تو زندگی ہے خیال بندہ نواز سے

کہیں وہ صدائے جرس نہیں کہیں دھڑکنوں کی صدا نہیں
مجھے سرخوشی و سکون کا دے پیام نغمہ و ساز سے

کہیں پرفریب تھے مہرباں کہیں دشمنوں کی تھی سازشیں
میں نے سہہ لئے ہیں سبھی ستم بڑے کروفر بڑے ناز سے

کئی بحر و بر مری راہ میں کئی مرحلے تھے نگاہ میں
میں اکیلی پھر بھی گزر گئی ہوں کئی نشیب و فراز سے

میں جو سچ کہوں تو برا لگے کبھی چپ رہوں تو خطا لگے
کوئی سنگ ہوں کہ میں آئینہ کبھی پوچھو آئینہ ساز سے

جہاں تاج ذرہ بھی طور ہے جہاں رحمتوں کا ظہور ہے
مرا ربط خاص ہے آج بھی اسی سرزمین حجاز سے

غمِ دل کے جب ترجماں ہم رہیں گے
یہ طئے ہے کہ آتش بیاں ہم رہیں گے

کبھی کم نہ ہوگا یہ رنگ محبت
سدا رونق دو جہاں ہم رہیں گے

کبھی جستجوئے سفر کم نہ ہوگی
اگر شامل کارواں ہم رہیں گے

زباں بھی تمہاری بیاں بھی تمہارا
مگر حاصل داستاں ہم رہیں گے

تبسم کا خوشیوں کا ماحول ہوگا
وہاں غم نہ ہوگا جہاں ہم رہیں گے

بنام محبت یہ طے کرلیا ہے
بہر حال اب شادماں ہم رہیں گے

پتا آج کا ہے نہ کل کی خبر ہے
کہاں آج ہم ہیں کہاں ہم رہیں گے

()()()()()

دانستہ کر کے ترک سفر ، رو پڑے ہیں ہم
کس کو ہمارے غم کی خبر ، رو پڑے ہیں ہم

سمجھے تھے اہل بزم کہ ہم مسکرائیں گے
یہ بھی ہے اک فریب نظر ، رو پڑے ہیں ہم

ذکر غم حیات پھر اک بار چھڑ گیا
محفل میں تیری بار دگر ، رو پڑے ہیں ہم

آنکھوں کے سامنے وہی منزل ہے دار کی
یاد آئی تیری راہگزر ، رو پڑے ہیں ہم

فصل بہار آئی تو یہ بھی ستم ہوا
ہنسنے لگے ہیں زخم جگر ، رو پڑے ہیں ہم

کیاکیا امیدیں لے کے گزاری تھی شام غم
دیکھا مگر جو رنگ سحر ، رو پڑے ہیں ہم

اب تاج مل گیا ہے ہمیں منصب حیات
ہے انتہا خوشی کی مگر ، رو پڑے ہیں ہم

گر حوصلہ تمھیں تھا کچھ اور آزماتے
ہم لوگ ظلم سہہ کر آنسو نہیں بہاتے

اب تک بھی اجنبی ہیں اپنے ہی گھر میں رہ کر
دنیا نے ہم کو دیکھا ہر بار آتے جاتے

مشہور ہوگئے ہیں جب آپ کے کرم سے
احسان آپ کا یہ ہم کیسے بھول جاتے

خاموشی ہم زباں ہے تنہائی ہم نشیں ہے
تھی آرزو ہماری محفل کوئی سجاتے

شب انتظار کی تھی ہم سوگئے تھے پھر بھی
لیکن جو جاگ جاتے سب خواب ٹوٹ جاتے

شکوہ ہے ظلمتوں کو وہ ہو سکیں نہ مہماں
روشن چراغ دل تھا کیا ہم اسے بجھاتے

شبنم برس رہی ہے کلیاں بھی ہنس پڑی ہیں
لیکن مری ادائیں یہ سب کہاں سے لاتے

ہوتی جو تاج تجھ کو قدر وفا ہماری
ہم تیری زندگی سے یوں دور ہو نہ جاتے

○○○○○

پھولوں کا خوشبوؤں کا سماں دیر تک رہا
کوئی ہمارے ساتھ جہاں دیر تک رہا

اس کی نگاہ شوق سراپا حیات تھی
ہم کو بھی زندگی کا گماں دیر تک رہا

گل ہو چکی تھیں بزم کی شمعیں سبھی مگر
محفل میں آرزو کی دھواں دیر تک رہا

در کھل گئے قفس کے تو یہ اور بات ہے
لیکن قفس میں شور فغاں دیر تک رہا

نشتر کا تھا کمال کہ یہ چارہ گر کا تھا
درماں کے بعد سوز نہاں دیر تک رہا

دل شادماں تھا تاج مگر کیا بتاؤں میں
چہرے سے میرے غم بھی عیاں دیر تک رہا

۵۳

حالات گلستاں سے ابھی بےخبر ہوں میں
اک عمر سے قفس میں جو بےبال و پر ہوں میں

اے زندگی اب آ کہ یہ وقت غروب ہے
تجھ کو یہ وہم کیوں ہے طلوع سحر ہوں میں

دیوانگی شوق سفر کی ہے انتہا
عالم ہے بےخودی کا تری راہ پر ہوں میں

انجام آگہی کبھی یکساں نہیں رہا
گم‌گشتہ ہوں کبھی تو کبھی راہ‌بر ہوں میں

تاریخ بن رہی ہے نئی ، نسبت نہاں
دامان شوق تم ہو اگر ، چشم تر ہوں میں

جیسے کوئی کتاب تمنا ہو میری ذات
پھر آج اس طرح ترے پیش‌نظر ہوں میں

اے تاج ہر قدم پہ یہ کہتی ہے زندگی
تو میرے ساتھ چل کہ تری ہمسفر ہوں میں

○○○○○

۵۴

فصلِ بہار اب کے نصیب چمن کہاں
پہلے کی طرح پھول یہاں خندہ زن کہاں

کانٹے بچھے ہوئے ہیں تمنا کی راہ میں
دریا خوشی کا، راہ میں اب موجزن کہاں

رنجیدہ ہوگئے مرے لمحات زندگی
اب انبساط شوق کی وہ انجمن کہاں

دیر و حرم کی رہ میں ترا آستاں بھی ہے
دیکھوں تو رہ گئی ہے جبیں کی شکن کہاں

پیوند لگ گئے ہیں لباس حیات میں
معلوم کیا کہ اجلا تھا یہ پیرہن کہاں

رونق حیات کی ہوں سراپا نشاط ہوں
میرے بغیر محفل اہل سخن کہاں

میں تاج مدتوں سے مسلسل سفر میں ہوں
پہنچائے مجھ کو دیکھئے یہ فکر و فن کہاں

○○○○○

رونق بزم کہاں آپ کے ایوانوں میں
زندگی ہم سے ملا کرتی ہے ویرانوں میں

جن کو فرزانہ زمانے میں کہا جاتا تھا
ہم کو وہ لوگ نظر آئے ہیں دیوانوں میں

جب کبھی رشتوں کی تاریخ لکھی جائے گی
آپ کا نام لکھا جائے گا بیگانوں میں

شب دیجور کی وحشت سے ڈرانے والو
خواب روشن ہیں تمنا کے شبستانوں میں

ایسا لگتا ہے کہ سب دست ہنر ٹوٹ گئے
ضرب آہن بھی نہیں آج صنم خانوں میں

زندگی! اور تری قدر بڑھے گی اب تو
مرا افسانہ ہے شامل ترے افسانوں میں

تاج یہ رنگ بھی دکھلایا ہے وحشت نے کبھی
پھول بھی ہم نے کھلائے ہیں بیابانوں میں

○○○○○

یہی سوچتے ہیں اکثر کہاں آگئے خوشی میں
کہ یہ دن گزر رہے ہیں جو حصارِ بیخودی میں

یہ سفر ہے آرزو کا یہاں دھوپ چھاؤں بھی ہے
کبھی دل میں روشنی ہے کبھی دل ہے روشنی میں

وہی دیں گے اب اجالا ترے قلب بے خبر کو
جو چراغ جل اٹھے ہیں مری شام زندگی میں

مجھے اعتبار الفت ، تمہیں ہے یقین میرا
کوئی مل سکا نہ تم سا مجھے ساری زندگی میں

ترے ساتھ ہے کچھ ایسا مری جراتوں کا عالم
کوئی ڈر ہے زندگی میں نہ ہے خوف کوئی جی میں

ترا نام پڑھ رہی ہوں ترا نام لکھ رہی ہوں
میں تجھے سمو رہی ہوں مرے ذوق شاعری میں

مری ذات کو سجانے کوئی آئینہ نہ دینا
مرا حسن جلوہ گر ہے ابھی تاج سادگی میں

()()()()()

جا کے ٹھہرے گی کہاں عمر رواں کیا معلوم
کیسے ٹوٹے گا مرا خواب گراں کیا معلوم

ہے جھلستے ہوئے لمحوں میں گلوں کی خوشبو
موسم گل ہے کہ یہ دور خزاں کیا معلوم

دل کا آئینہ شکستہ سا نظر آتا ہے
آرزو ہے کہ کوئی سنگ گراں کیا معلوم

آپ تو میری خموشی پہ خفا ہوتے ہیں
آپ کو ضبط غم دل کی زباں کیا معلوم

ناز ہے تجھ کو بہت چارہ گری پر لیکن
چارہ گر تجھ کو مرا درد نہاں کیا معلوم

اشک شعلوں کی طرح آگ لگا سکتے ہیں
اے ستمگر تجھے تاثیر فغاں کیا معلوم

ہم وفاؤں کا ہیں بازار سجانے والے
ہم وفاداروں کو اب سود و زیاں کیا معلوم

شمع پروانہ سر بزم جلے خاک ہوئے
کس کے جلنے سے اٹھا تاج دھواں کیا معلوم

نہ کوئی موج مخالف نہ تیز دھارے ہیں
مرے سفینے کے دشمن یہی کنارے ہیں

انہی خراشوں پہ ہنستا ہے یہ جہاں اکثر
جو پھول فصل بہاراں نے مجھ پہ مارے ہیں

زمین شوق ہماری ہے آسماں کی طرح
جہاں پہ اشک گرے تھے وہاں ستارے ہیں

یہ چاند تارے یہ تصویر شب حسین سحر
ہمارے ذوق نظر سے یہ سب نظارے ہیں

ملا ہے غیر سے اک نامہ وفا ہم کو
کسے بتائیں کہ کیاکیا ستم تمہارے ہیں

قدم قدم پہ ہیں پھولوں کی پتیاں بکھریں
کسی نے صحن گلستاں میں دن گزارے ہیں

بہار نامہ ہے یہ تاج کی کتاب حیات
ورق ورق پہ کسی نے چمن اتارے ہیں

کوئی جو سامنے آیا تو ہم کو یاد آیا
ہمارا حال جو پوچھا تو ہم کو یاد آیا

ہمارے ماضی کا چہرہ تمہارے جیسا ہے
تمہارے چہرے کو دیکھا تو ہم کو یاد آیا

ترے خیال کی راحت بھی ہم کو یاد نہ تھی
جو تو نے ہم کو بھلایا تو ہم کو یاد آیا

ہمارا اپنا زمانے میں کوئی اب بھی ہے
کسی نے ٹوٹ کے چاہا تو ہم کو یاد آیا

بڑے عجیب سے لمحے ہیں زندگانی کے
یہ تم نے یاد دلایا تو ہم کو یاد آیا

ہمارے ساتھ کوئی تاج پہلے چلتا تھا
نہیں ہے اب کوئی سایہ تو ہم کو یاد آیا

○○○○○

یہی سوچتے ہیں اکثر کہاں آگئے خوشی میں
کہ یہ دن گزر رہے ہیں جو حصار بیخودی میں

یہ سفر ہے آرزو کا یہاں دھوپ چھاؤں بھی ہے
کبھی دل میں روشنی ہے کبھی دل ہے روشنی میں

وہی دیں نگے اب اجالا ترے قلب بے خبر کو
جو چراغ جل اٹھے ہیں مری شام زندگی میں

مجھے اعتبار الفت ، تمہیں ہے یقین میرا
کوئی مل سکا نہ تم سا مجھے ساری زندگی میں

ترے ساتھ ہے کچھ ایسا مری جراتوں کا عالم
کوئی ڈر ہے زندگی میں نہ ہے خوف کوئی جی میں

ترا نام پڑھ رہی ہوں ترا نام لکھ رہی ہوں
میں تجھے سمو رہی ہوں مرے ذوق شاعری میں

مری ذات کو سجانے کوئی آئینہ نہ دینا
مرا حسن جلوہ گر ہے ابھی تاج سادگی میں

○○○○○

خزاں کے دور کو فصلِ بہار سمجھے ہم
جنوں میں دشت کو بھی لالہ زار سمجھے ہم

ہماری عمرِ رواں مختصر لگی ہم کو
گزشتہ لمحوں کو جب یادگار سمجھے ہم

ہمارا آپ پہ احساں نہیں تو پھر کیا ہے
جفا کو جبر کو بھی اختیار سمجھے ہم

ہوائے وقت کا دامن تھا اپنی راہوں میں
یہ اور بات کہ گرد و غبار سمجھے ہم

بچھا ہوا تھا کچھ اس طرح دام گلشن میں
حدِ چمن کا اسے بھی حصار سمجھے ہم

ہمارا عزمِ سفر ایسا تھا کہ دانستہ
شکستہ کشتی کو بھی پائیدار سمجھے ہم

تمہاری آنکھوں میں تھے روز و شب کے افسانے
ستم ہے تاج اسے بھی خمار سمجھے ہم

کیا دیدۂ نمناک میں پھر خواب پلے ہیں
پیغام سحر لے کے جو لمحات چلے ہیں

سمجھو نہ ہمیں راہ کے پتھر کی طرح تم
ہم لوگ بہت اونچی چٹانوں میں ڈھلے ہیں

کچھ بھی ہو کبھی ان کی بدلتی نہیں صورت
یہ داغ جگر لالہ و گل سے بھی بھلے ہیں

کیا ایسے چراغوں کو بجھا سکتا ہے کوئی
جو باد مخالف کے تھپیڑوں میں جلے ہیں

اک شمع کی لو سے ہی جھلس جاتے ہیں کچھ لوگ
ہم وہ ہیں جو سورج کی شعاعوں میں پلے ہیں

طوفاں بھی اٹھائے ہیں مری شوخی دل نے
میرے ہی عزائم سے حوادث بھی ٹلے ہیں

موسم کا کبھی تاج بھروسہ نہیں کرنا
نظارے گلستاں کے ابھی تک تو بھلے ہیں

تمہارا ہی چرچا نہیں ہر مکاں تک
ہماری بھی شہرت ہے اب آسماں تک

نہیں ہے انہیں کی جگہ انجمن میں
زمیں سے تھا جن کا اثر آسماں تک

یہ تاریخ ارض و سماء کچھ نہیں ہے
مری داستاں ہے یہاں سے وہاں تک

کہاں تک ستائے گی گردش نہ جانے
تڑپتا ہے دیکھیں یہ دل بھی کہاں تک

جنوں کی حدوں کا تعین نہیں ہے
بہاروں کی حد ہے فقط گلستاں تک

فضاؤں میں سناٹا چھایا ہوا ہے
تھی مقتل میں رونق بھی شور فغاں تک

نہ پوچھو کبھی تاج حال سفر تم
بڑی مشکلوں سے ہیں پہنچے یہاں تک

کبھی خوشبوؤں کے موسم مرے پاس ہی نہ آئے
وہی ریگزار حسرت وہی اجنبی سے سائے

میں چراغ رہگزر ہوں مجھے اس طرح جلاؤ
کسی دامن سفر پر کبھی آنچ آ نہ پائے

یہ ہوا ہے زندگی میں ہمیں تجربہ ہمیشہ
کبھی ہنس کے رو پڑے ہیں کبھی رو کے مسکرائے

وہی شہر دل کا عالم وہی بے کسی کا منظر
نہ کہیں پہ پھول مہکے نہ ستارے جھلملائے

مجھے شوق کے سفر میں کبھی مل سکے نہ منزل
ترے نقش پا کسی نے یہی جان کر مٹائے

اسی رات نے ڈرایا مجھے ظلمتوں سے اکثر
اسی رات نے سحر کے کئی خواب بھی دکھائے

میں نے خود بجھا دئے ہیں سبھی تاج تیری خاطر
کسی دل میں آرزو کے جو چراغ تھے جلائے

۶۵

دیکھ کر آپ کا انداز جفا یاد آیا
یوں بھی ملتا ہے وفاؤں کا صلہ یاد آیا

بزم الفت میں یہ ہم بھول گئے تھے آکر
آج تنہائی میں پھر تیرا پتا یاد آیا

وادی گل میں کہیں ایک بھی پرچھائیں نہ تھی
راہ پرخار میں اک آبلہ پا یاد آیا

کون کہتا ہے تجھے ہم نے بھلا رکھا ہے
بارہا ہم کو ہر احسان ترا یاد آیا

کبھی مل کر کوئی یہ بات تو پوچھے ہم سے
کون محروم تمنا کے سوا یاد آیا

غم کی تاریک فضاؤں میں نئی شمع جلی
ہم کو جب جب بھی ترا عہد وفا یاد آیا

سر مغرور پہ اک تاج رکھے پھرتے تھے
سر جھکانا پڑا ہم کو تو خدا یاد آیا

( )( )( )( )( )

کچھ اشک آج چشم تمنا سے مانگ لے
درد غم حیات بھی دنیا سے مانگ لے

رشتہ ہجوم شوق سے اچھا تو ہے مگر
تھوڑا سا حوصلہ دل تنہا سے مانگ لے

آہ و فغاں کی پھر کبھی مہلت نہ مل سکے
ایسی بھی اک دوا تو مسیحا سے مانگ لے

ساحل پہ بوند بوند یہ رونے سے فائدہ کیا
کچھ تو روانی وقت کے دریا سے مانگ لے

اس عارضی بہار کا ہے اعتبار کیا
موسم بھی مستقل کوئی صحرا سے مانگ لے

ہر زخم دل کا تاج ہو مہتاب کی طرح
ایسا نظارہ دیدۂ بینا سے مانگ لے

○○○○○

حدود شام و سحر توڑ کر نکلتے ہیں
مری حیات کے لمحے ہوا پہ چلتے ہیں

یہ ماہ و سال کا ہے راز کیا نہیں معلوم
تری نظر کی طرح یہ بھی کیوں بدلتے ہیں

سفر عجیب ہے ہر لمحہ زندگانی کا
ہمارے ساتھ یہ ارض و سما بھی چلتے ہیں

کبھی تو ضبط الم کی بھی شمعیں روشن ہوں
چراغ شوق تمنا تو روز جلتے ہیں

خدا ہی جانے کہ تعبیر کیا ہے خوابوں کی
ابھی تو ٹوٹے کھلونوں سے ہم بہلتے ہیں

بڑے عجیب سے لگتے ہیں ہم کو نظارے
فریب ہستی کے جب دام سے نکلتے ہیں

نہ جانے کونسا جذبہ چٹان بن جائے
ابھی تو موم کی صورت سے دل پگھلتے ہیں

فراز شوق ہو یا پستیاں مقدر کی
بنام ہوش سفر آج ہم سنبھلتے ہیں

اسی کی زد پہ بنایا ہے آشیاں ہم نے
لیا ہے برق کا اس طرح امتحاں ہم نے

ارادہ کیا ہے اب اہل سفر کا دیکھیں گے
مٹا دیا ہے ہر اک راہ کا نشاں ہم نے

کچھ ایسے لوگ جو ذوق سفر نہیں رکھتے
انہیں بنایا ہے خود میر کارواں ہم نے

ہر ایک موج مقابل رہی سفینے کے
کیا ہے پار یونہی بحر بیکراں ہم نے

ہر ایک شاخ تمنا پہ پھول مہکے تھے
پھر اس کے بعد نہیں دیکھا گلستاں ہم نے

کتاب شوق کے ہر صفحہ پر لکھا یہ نام
بنایا تاج تمہیں زیب داستاں ہم نے

پہلے تو ایک شیشے کا پیکر بنا مجھے
پھر اس کے بعد چاہے تو پتھر بنا مجھے

محفل کا طور کہتا ہے آواز ہی نہ ہو
دل کو یہ ضد ہے آج سخنور بنا مجھے

اے جوشِ تشنگی یہ کرشمہ بھی کر دکھا
میں ریگ زار ہوں تو سمندر بنا مجھے

کب تک یہ برگِ خشک ہواؤں کے دوش پر
پھر شاخِ گلستاں پہ گلِ تر بنا مجھے

رکنا ہے جس مقام پہ منزل نہیں وہاں
اے میرِ کارواں کبھی رہبر بنا مجھے

جن کی نظر میں کچھ نہیں یہ رنگِ کائنات
ان کے لئے تو شوخیٔ منظر بنا مجھے

دل میں ستمگروں کے اتر جاؤں تاج میں
ممکن اگر ہو تجھ سے تو خنجر بنا مجھے

میں ہوں بے نیاز دنیا مری ذات خسروی ہے
مرے نام ہی سے شہرت ترے نام کی ہوئی ہے

نہیں ایک جیسا عالم ابھی دور تک نظر میں
کہیں رات کے اندھیرے کہیں دن کی روشنی ہے

کوئی تنکا آرزو کا مرے دل سے کہہ رہا تھا
مجھے خوف باد بھی ہے مجھے خوف برق بھی ہے

مرا نام چارہ گر نے اسی لوح پر لکھا ہے
جہاں کندہ پہلے سے تھا " مرا نام زندگی ہے "

ترا نام لے کے جاگوں ، ترا نام لے کے سوؤں
مرا مشغلہ یہی ہے ، یہی میری بندگی ہے

نہ بجھا سکے گی دنیا کبھی مصلحت کے شعلے
مرے شہر دل کی بستی اسی آگ سے جلی ہے

کہاں بدلا انجمن میں تری وحشتوں کا عالم
وہی ذوق خودنمائی وہی شوق بے خودی ہے

مری چشم جستجو نے یہ نظارہ تاج دیکھا
جہاں اشک غم رواں ہیں وہیں نشہ، خوشی ہے

جب نقشِ قدم تیرے فروزاں نہیں ملتے
رستے میں کہیں ہم کو گلستاں نہیں ملتے

ہر شخص ہے مصروف ابھی ماتمِ دل میں
محفل میں کہیں لوگ غزلخواں نہیں ملتے

ہر لمحہ مرے جیسا ہی مغموم لگا ہے
لمحات مجھے زیست کے شاداں نہیں ملتے

اک یہ بھی ترے شہر کی پہچان ہے شاید
پرچھائیاں مل جاتی ہیں انساں نہیں ملتے

جینے کا سکھایا ہے سلیقہ انھیں ہم نے
اب اہلِ جنوں چاک گریباں نہیں ملتے

موجوں سے جو ملنا ہو تو دریا میں اتر جا
ساحل پہ ٹھہر جانے سے طوفاں نہیں ملتے

یادوں کے کئی شہر مرے دل میں بسے ہیں
اب تاج مکاں یادوں کے ویراں نہیں ملتے

○○○○○

چاندنی رات میں بکھرے ہوئے خوابوں کے سوا
کچھ مرے پاس نہیں تیرے خیالوں کے سوا

حال دل کس سے کہوں کس سے دلاسا مانگوں
کوئی ملتا ہی نہیں درد کے ماروں کے سوا

اب مرے ساتھ اندھیرے ہی رہا کرتے ہیں
زندگی کچھ بھی نہ تھی پہلے اجالوں کے سوا

کس کو معلوم یہاں کتنے مکیں رہتے تھے
کچھ نہیں اب در و دیوار کے سایوں کے سوا

آئینے ٹوٹ گئے کھوگیا سب حسن و جمال
گھر میں اب کیا ہے مرے میری کتابوں کے سوا

اب نہیں چاند ستاروں کی وہ باتیں باقی
کوئی کچھ کہتا نہیں دل کے فسانوں کے سوا

تاج لو ملنے لگا ہم کو وفاؤں کا صلہ
زندگی کچھ بھی نہیں آج ؍اؤں کے سوا

سنگ در اور یہ جبین نیاز
شوق سجدہ ہو تیری عمر دراز

سانس لینے کی مجھ کو عادت ہے
کچھ نہیں ورنہ زندگی کا جواز

عمر گزری نہ طے ہوئے مجھ سے
زندگانی! ترے نشیب و فراز

پہلے تھی آرزو مرے دل میں
اب تو دل میں ہے صرف سوز و گداز

یاد ماضی مجھے رلاتی ہے
مری تنہائی بھی ہے کرب نواز

اس کو اپنی خبر نہیں اب تک
فکر کرتا ہے میری چارہ ساز

تاج تیرا وجود اک دھوکہ
زندگی بھی تری رہین مجاز

()()()()()

میرا سایہ بھی اکیلا ہے ہمیشہ کی طرح
زندگی درد کا رستہ ہے ہمیشہ کی طرح

مرے حالات نہیں پہلے کے جیسے لیکن
دل مرا وقفِ تمنا ہے ہمیشہ کی طرح

غم میں ڈوبا سا نظر آتا ہے چہرہ میرا
اشکِ غم آج بھی دریا ہے ہمیشہ کی طرح

آسماں تجھ سے گلہ کوئی کرے گا کیسے
محوِ نظارہ تو رہتا ہے ہمیشہ کی طرح

آپ تو رسمِ وفا بھول گئے ہیں پھر بھی
مجھ کو احساس وفا کا ہے ہمیشہ کی طرح

جتنے چہرے ہیں یہاں آ کے بدل جاتے ہیں
آئینہ محوِ تماشا ہے ہمیشہ کی طرح

اجنبی کیسے بھلا آج میں سمجھوں اس کو
فاطمہ تاج وہ کہتا ہے ہمیشہ کی طرح

()()()()()

تمام عمر سہے ہم نے بھی عذاب کئی
ہماری آنکھوں نے دیکھے ہیں انقلاب کئی

شب حیات کی تاریکیوں کا غم کیا ہے
سجے ہوئے ہیں جو پلکوں پہ آفتاب کئی

گزر سکو تو گزر جاؤ بے نیازانہ
رہ وفا میں نظر آئیں گے سراب کئی

ہماری فکر و نظر کا ہے تجربہ اتنا
بہت سے لوگوں کے چہروں پہ ہیں نقاب کئی

اٹھا کے دیکھئے تاریخ کی کتابوں کو
ہمارے عزم جواں کے ہیں اس میں باب کئی

یہ جگنوؤں کے نظارے عجیب لگتے ہیں
بھٹک رہے ہوں اندھیرے میں جیسے خواب کئی

بہا گیا ہے کوئی تاج اشک خوں شائد
پڑے ہیں قبر پہ جو سرخ سے گلاب کئی

○○○○○

ہم لوگ بھی پھولوں کے خریدار تھے پہلے
مقتل کی جگہ خوشبو کے بازار تھے پہلے

تم اہل نظر ، اہل ہنر سے کبھی پوچھو
ہم جیسے کئی اور بھی شہکار تھے پہلے

رنگین فضا ، ابر کرم ، ٹھنڈی ہوائیں
گلشن میں بہاروں کے یہ آثار تھے پہلے

اب وقت کے ہیں بندۂ بےدام سے وہ بھی
جو دام محبت میں گرفتار تھے پہلے

راتوں کے سفر میں کبھی یوں تو نہ تھا خطرہ
رہبر ہو کہ رہرو ، سبھی بیدار تھے پہلے

اک ساعت ادراک نے بہلادیا ہم کو
یہ لمحے جنوں ساز بہت بار تھے پہلے

اب تاج ذرا دیکھئے اک موج رواں ہیں
ہم ریت کی بھیگی ہوئی دیوار تھے پہلے

۷۷

شائد پس دیوار کھڑا کوئی نہیں تھا
دروازہ ترے شہر میں وا کوئی نہیں تھا

ہر شخص نظر آتا ہے اب شعلہ بداماں
پہلے تو چراغوں سے جلا کوئی نہیں تھا

اب کوئی بھی دنیا میں مرے جیسا نہیں ہے
مجھ جیسے تھے سب پہلے جدا کوئی نہیں تھا

اس شہر محبت کی فضا اور ہی کچھ تھی
سائے بھی برابر تھے ، بڑا کوئی نہیں تھا

بچھڑا تھا کسی موڑ پہ ماضی مرا مجھ سے
اس موڑ پہ اک میرے سوا کوئی نہیں تھا

محفل میں تری آکے سبھی خاک ہوئے ہیں
احساس کے شعلوں سے بچا کوئی نہیں تھا

اب تاج مرے ساتھ ہے یہ سارا زمانہ
وہ دن بھی تھے دنیا میں مرا کوئی نہیں تھا

()()()()()

حالات نے جن کو بھی کیا ہے نظرانداز
ہر سمت سے آتی ہے انہی لوگوں کی آواز

یہ کنج قفس ، طوق و سلاسل یہ صلیبیں
ہم لوگوں نے پائے ہیں وفا کے کئی اعزاز

ہر شخص نظر آئے گا پھر شعلہ بداماں
جب آہ و فغاں ہوگی مری مائل پرواز

تو لاکھ غم دل کو تبسم میں چھپالے
کچھ اور ہی کہتا ہے ترا چہرۂ غماز

آئے ہیں مسیحا مرا کرنے کو مداوا
ہے کون مگر درد جگر کا مرے ہمراز

تاریخ لکھی جائے گی جب تاج ہماری
ہوجائے گا تفسیر تمنا کا بھی آغاز

ہونٹوں پہ ہنسی تیرے ہے دامن مرا نم ہے
انداز کرم بھی ترا آغاز ستم ہے

اک عہد وفا ہے جو مسلط ہے ابھی تک
کچھ لوگ یہ سمجھے مجھے حالات کا غم ہے

سازش تو کیا کرتا ہے ہر وقت زمانہ
اب سوچنا یہ ہے کہ کہاں اگلا قدم ہے

پتھر بھی ہیں فولاد بھی دنیا کے نظارے
انسان تو ہر دور میں مٹی کا صنم ہے

مجھ کو جو کبھی پستی میں گرنے نہیں دیتا
محسوس یہ ہوتا ہے کوئی دست کرم ہے

دنیا نے یہی بات ابھی تک نہیں سمجھی
یہ ذات مری ذات نہیں خاک حرم ہے

احساس کے اس موڑ پہ ہم تاج کھڑے ہیں
اب صبح تمنا نہ کہیں شام الم ہے

()()()()()

خیالی بت مرا لیتا ہے سانس منظر میں
خموش لہجہ ، کوئی بولتا ہے پتھر میں

ہوائے تند ہمیں لے چلی ہے ساحل پر
ڈبونے آئے تھے ہم کشتیاں سمندر میں

تمام لوگ یہاں کے ادھورے لگتے ہیں
کہ تشنگی کے ہیں تیور ہر ایک پیکر میں

جفائیں اس کی وفائیں سمجھ کے میں سہہ لوں
یہ امتحان تھا شائد مرے مقدر میں

سفر میں دھوپ کے اکثر یہ یاد آتا ہے
رکے تھے ہم بھی کبھی سایۂ صنوبر میں

لہو کے ساتھ بہاروں کی جو خبر لائے
اس انقلاب کی خوشبو نہیں ہے پتھر میں

خزاں ، بہار ، چمن اور سارے ویرانے
سمٹ کے آنے لگے تاج دیدۂ تر میں

کمال قلم اور نہ ذوق سخن تھا
ملی جس سے شہرت وہ دیوانہ پن تھا

مرے دل میں افسانے پنہاں تھے کتنے
اکیلا بھی ہو کر یہ دل انجمن تھا

ہمیشہ تمہارے ستم کے مقابل
مرا حوصلہ تھا مرا حسن ظن تھا

رہ آگہی سے میں گزری ہوں تنہا
زمانہ تو بس غفلتوں میں مگن تھا

ہمی ایک حقدار گلشن نہیں تھے
مرا خون دل بھی تو وقف چمن تھا

بہاروں میں تھا اب کے ایسا نظارہ
جگر میں تھے شعلے تو زخمی بدن تھا

مرے راستے ہی میں کانٹے بچھے تھے
ادھر بھی چمن اور ادھر بھی چمن تھا

کیا تاج ہم نے ہمیشہ ہمیشہ
اسی پر بھروسہ جو وعدہ شکن تھا

پتھر نہیں تھا ہاتھ میں شیشہ ضرور تھا
کچھ اس نے میری سمت جو پھینکا ضرور تھا

سادہ ورق تھے یوں تو کتاب حیات کے
پھر بھی کہیں پہ نام تمہارا ضرور تھا

جو خواب میرے ساتھ ہی بیدار ہوگیا
لگتا ہے وہ بھی رات کو رویا ضرور تھا

یہ اور بات فاصلے کچھ درمیاں رہے
تیرا بھی میرے درد سے رشتہ ضرور تھا

ویرانیاں تھیں اس کی بھی آنکھوں سے کچھ عیاں
وہ بھی مری طرح سے اکیلا ضرور تھا

اک اجنبی سا لمحہ ، جو اب دور جاچکا
محسوس ہورہا ہے وہ اپنا ضرور تھا

کتنی خراشیں آئی ہیں کیا بات ہوگئی
ہم سے بھی آئینوں نے یہ پوچھا ضرور تھا

ہونٹوں پہ تاج ہم نے تبسم سجالیا
دل میں ہمارے درد کا دریا ضرور تھا

ممکن نہیں تھا رات بسر ہوگئی مگر
جشن چراغاں چاہا ، سحر ہوگئی مگر

ہم تو قفس میں آکے بہت مطمئن رہے
بجلی کو آشیاں کی خبر ہوگئی مگر

منظر مرے چمن کا کبھی آتشیں نہ تھا
شبنم کی بوند بوند شرر ہوگئی مگر

مانا کہ بڑھ گیا ہے وفاؤں کا حوصلہ
اک تہمت جفا بھی تو سر ہوگئی مگر

سانسیں نہیں ، حیات نہیں آرزو نہیں
دنیا میں یونہی اپنی گزر ہوگئی مگر

طئے کر رہے تھے فاصلے ہم بھی حیات کے
اک ساعت اجل کو خبر ہوگئی مگر

محرومیوں میں تاج مری عمر کٹ گئی
شاخ تمنا آج شجر ہوگئی مگر

پھولوں کو ترے آنے کا پیغام ملا ہے
کچھ اور ہی اب صحن گلستاں کی فضا ہے

جھلسے ہوئے خوابوں کی فقط خاک ہے باقی
بھیگی سی فضائیں ہیں نہ اب ٹھنڈی ہوا ہے

حالات کی چیخیں ہیں مری ذات میں مدغم
کیوں آپ سمجھتے ہیں کہ خاموش فضا ہے

پہچان لوں میں اس کو ذرا نام بھی پوچھوں
جو آکے صلیبوں پہ مرے ساتھ کھڑا ہے

بھٹکا ہوا ٹھہرا تھا کوئی راہ سفر میں
کچھ لوگ یہ سمجھے کہ یہی راہ نما ہے

ہم نکلے تھے جس گھر سے صدا بن کے کبھی تاج
سنتے ہیں کہ اب تک بھی وہ دروازہ کھلا ہے

ooooo

نظر نہ آئے کبھی ٹوٹتے بکھرتے ہوئے
ہمیں تو لوگوں نے دیکھا ہے بس سنورتے ہوئے

مرا وجود کسی آستاں سے کم تو نہیں
جبیں جھکاتے رہے حادثے گزرتے ہوئے

کریدتا رہا زخموں کو جو مرے دل کے
وہ دیکھ بھی نہ سکا مجھ کو آہ بھرتے ہوئے

کہا گزرتے ہوئے مجھ سے میرے ماضی نے
کٹے گی عمر تری مجھ کو یاد کرتے ہوئے

نہ جانے کس کا ہے سایہ کہیں ترا تو نہیں
قریب سے جو گزرتا ہے آہ بھرتے ہوئے

طلوع ماہ کے منظر پہ ناز ہے سب کو
کسی نے دیکھے نہیں داغ دل ابھرتے ہوئے

جلائیں شمعیں تمنا کی تاج پھر کس نے
سمٹ رہے ہیں مرے خواب جو بکھرتے ہوئے

○○○○○

تری یاد اشک بن کر مری آنکھ سے رواں ہے
یہی خوشبوؤں کا موسم مرے واسطے خزاں ہے

کبھی ہو سکے تو پوچھو ، مرے غم کا راز ہے کیا
وہی حسرتیں مسلسل ، وہی درد جاوداں ہے

کوئی ربط باہمی ہے نہیں نام جس کا لیکن
جہاں تیرے تذکرے ہیں وہیں میری داستاں ہے

ہے تازگی گلوں میں وہی رقص تتلیوں کا
تری خوشبوئے محبت ابھی رونق مکاں ہے

کسی راستے سے گزروں کسی انجمن میں جاؤں
تو ہے ساتھ ساتھ میرے ، مجھے بس یہی گماں ہے

اے نظر سے چھپنے والے کبھی سامنے بھی آجا
مجھے ہو یقین اس کا کہ حیات جاوداں ہے

کئی مضطرب سے لمحے کئی بے قرار گھڑیاں
مجھے تاج کب سکوں ہے مری کشمکش میں جاں ہے

○○○○○

راہ میں میری نہ تھے اتنے گلستاں پہلے
ہر طرف میری نظر میں تھے بیاباں پہلے

محفلِ شوق میں تھے ایسے بھی عنواں پہلے
آپ خاموش تھے اور ہم تھے غزل خواں پہلے

ہیں وہیں موج تلاطم کے مسلسل سجدے
سر اٹھاتے تھے جہاں وقت کے طوفاں پہلے

ظلمتِ شب میں اجالوں کا تصور ہی نہ تھا
کوئی کرتا ہی نہ تھا جشنِ چراغاں پہلے

دلِ پرسوز کے نغموں میں اثر اب بھی ہے
رقص تاروں نے کیا تھا پسِ مژگاں پہلے

زندگی چیز ہے کیا جاں بھی تمھیں دے دیتے
تم نے مانگا ہی نہیں جینے کا ساماں پہلے

ان کے بھی نام کتابوں میں لکھے جاتے ہیں
دشت میں پھرتے تھے جو چاک گریباں پہلے

آپ تو صبح درخشاں کی خبر لائے ہیں
دیکھ لینا تھا مرا جشن چراغاں پہلے

آپ کے آنے کی پھر تاج خبر آئی ہے
خود میں سنبھلوں کہ سنبھالوں، دل ناداں پہلے

رہیں گردشیں سلامت مجھے یوں بھی کیا کمی ہے
مرا ضبط غم ہے قائم مجھے غم سے آگہی ہے

کبھی فصل گل سے ملنا نہ ہوا نصیب مجھ کو
مرے آنسوؤں سے موسم شب و روز شبنمی ہے

مجھے راس آگئی ہے تری بے رخی بھی آخر
مرا دل بھی مطمئن ہے مرے لب پہ بھی ہنسی ہے

کوئی مجھ سے کہہ رہا ہے میں ہوں مرکز تصور
مرے دم سے یہ بہاریں مرے دم سے روشنی ہے

یہ سمجھ کے چھولیا ہے میں نے آسماں کو اکثر
مری ہمقدم ہیں کرنیں مرے ساتھ چاندنی ہے

وہی شوق ہے سفر کا وہی جستجو ہے میری
وہی آرزوئے منزل مری راہ بھی وہی ہے

مرا حال زار کیا ہے کوئی تاج اب نہ پوچھے
ابھی درد دل ہے باقی ابھی تھوڑی زندگی ہے

○○○○○

شائد ہماری آہ میں کچھ بھی اثر نہ تھا
ٹوٹا ہوا کہیں سے بھی وہ سنگ در نہ تھا

پتھر ہمارے ہاتھ میں شیشہ نہ بن سکا
شوق ہنر تھا ہم کو شعور ہنر نہ تھا

رشتہ نہیں تھا اہل نظر سے مرا کوئی
مرا وجود حسن تھا حسن نظر نہ تھا

ناسور بن گئے ہیں مرے زخم اس لئے
سب لوگ تھے شہر میں کوئی چارہ گر نہ تھا

صدیاں گزارتے رہے ہم انتظار میں
یہ عرصہ حیات کبھی مختصر نہ تھا

آواز دے رہی تھی فضائے چمن مجھے
جس وقت فصل گل کا وہاں پہ گزر نہ تھا

خانہ بدوش ہی رہے ہم زندگی تمام
شہر وفا تاج ہمارا ہی گھر نہ تھا

○○○○○

کسے بتائیں زمانے والے ستم دلوں پہ جو کر گئے ہیں
شکستہ دل تھے جہاں میں ہم بھی جو ریزہ ریزہ بکھر گئے ہیں

یہ کیسے جھونکے ہوا کے آئے نہ جانے بدلا ہے کیسے موسم
ہماری دنیا اجڑ گئی ہے تمھارے گلشن سنور گئے ہیں

عجیب منظر ہے گلستاں کا نسیم ہے اب نہ ابر باراں
بہار شبنم کو رو رہی ہے گلوں کے چہرے اتر گئے ہیں

کسی نے ہم کو سنوارا لیکن جو آئینہ تھا پھسل گیا ہے
ہیں آئینے پہ خراشیں اتنی ہم اپنے چہرے سے ڈر گئے ہیں

یہ موج طوفاں بہت ہی خوش ہے ہوائیں بھی ہیں بہت ہی نازاں
کھڑے ہیں ساحل پہ ہم اکیلے سفینے تہہ میں اتر گئے ہیں

نہ کوئی حسرت نہ کوئی شکوہ نہ بےوفائی کا غم ہے ہم کو
تمہارے دن بھی گزر گئے اور ہمارے دن بھی گزر گئے ہیں

وہی ہے دنیا وہی ہیں سانسیں وہی تمنا حیات کی ہے
مگر لگا ہے یوں تاج ہم کو جیئے ہیں ایسے کہ مر گئے ہیں

○○○○○

مرے پاس جتنے چراغ تھے انہیں آندھیوں نے بجھا دیا
انہی درد و غم کی ہواؤں نے مرا آشیاں بھی جلا دیا

ہمیں آسماں سے کوئی گلہ میں نے طئے کیا ہے وہ مرحلہ
تھا جو آشیانہ جلا دیا جو چمن تھا میں نے لٹا دیا

نہ تو خواب سی نہ خیال سی مری زندگی ہے کتاب سی
فقط ایک حرف تھا آرزو جسے میں نے خود ہی مٹا دیا

مری زاد راہ تھی جستجو ، رہیں منزلیں میرے روبرو
جو بھی سنگ تھا مری راہ میں اسے ٹھوکروں سے ہٹا دیا

اسی کشمکش میں گزر گئی مری ہر خوشی یوں بکھر گئی
کبھی ضبط غم نے اٹھا دیا کبھی درد دل نے بٹھا دیا

کوئی سجدہ زیب جبیں نہ تھا مجھے آستاں کا یقیں نہ تھا
یہ تھا اتفاق کہ سنگ در جو ملا تو سر کو جھکا دیا

میرا ہم نفس تو کوئی نہ تھا مری تاج یونہی گزر گئی
کبھی چاند تارے سلا گئے کبھی روشنی نے جگا دیا

جبر وفا نہیں اگر ایسا ہے پھر شعار کیوں
لمحات زندگی پہ ہے اس کا ہی اختیار کیوں

خواہش رنگ و بو نہیں ، سیر کی آرزو نہیں
ایسے میں کچھ پتا نہیں آئی ہے پھر بہار کیوں

کس کو بتائیں کیا ہوا ہم بھی سمجھ نہیں سکے
آنکھیں ہیں اشکبار کیوں دل ہے یہ بیقرار کیوں

نقش قدم تو آپ ہی لیکے تمام چل دئے
پوچھتی ہیں یہ منزلیں سونی ہے رہگزار کیوں

موسم گل گزر گیا ، کتنے چمن اجڑ گئے
پھر بھی خزاں نصیب کو خواہش لالہ زار کیوں

ماضی کی ساعت حسیں آئی اور آکے جاچکی
آنکھوں میں تاج ہے تری اب تک بھی انتظار کیوں

○○○○○

تیری راہ پر جو بھی چلے تھے سب نے صحرا پایا ہے
پانی کی اک بوند نہ دیکھی پیاس کا دریا پایا ہے

چلتے چلتے تھک تو گئے تھے لمبی لمبی راہوں پر
لینے کو جب سانس رکے ہم خود کو تنہا پایا ہے

دیوانوں کی بھیڑ میں اب تو اہل خرد بھی شامل ہیں
اہل سفر نے شاید تیرا نقش کف پا پایا ہے

پھول کھلے ہیں جنگل جنگل ، صحراؤں میں نکہت ہے
اشکوں کی برسات نے میری ، دامن تیرا پایا ہے

آ اے میری صبح کاذب ، تجھ سے اپنا راز کہوں
غم کی ماری آنکھوں نے پھر خواب تمنا پایا ہے

چاک گریباں ، تار دامن ، ساری کہانی کہتے ہیں
کیسے تم سے پوچھیں گے ہم ، تم نے کیا کیا پایا ہے

تاج ذرا تم ساتھ چلو تم کو ہم یہ بتلائیں
راہ وفا میں ہم نے خود کو کتنا تنہا پایا ہے

یہ سوچتی ہوں میرا طرفدار کون ہے
گر میں نہیں تو آپ کا غمخوار کون ہے

میری طرح سے مانا وفادار تم بھی ہو
لیکن سراپا جذبہ ایثار کون ہے

سب یہ سمجھ رہے ہیں کہ پرچھائیں ہے مری
اب کیا بتاؤں میں پس دیوار کون ہے

سب ہیں تمہاری بزم میں لیکن خبر نہیں
مجبور کون ہے یہاں مختار کون ہے

ساحل پہ لے کے جائے گی موج ہوا کبھی
دریائے شوق کے مگر اس پار کون ہے

مرکر بھی تجھ سے جس کو رہائی نہ مل سکی
اے زندگی بتا وہ گرفتار کون ہے

بازار رنج و غم ہیں مسلسل سجے ہوئے
میرے سوا یہاں پہ خریدار کون ہے

شمشیر بے نیام بھی رکھ تاج ہاتھ میں
دنیا کو یہ بتادے کہ سردار کون ہے

اگلی سی وہ حرارت انفاس بھی نہیں
اے زندگی مجھے ترا احساس بھی نہیں

جس کی تلاش میں ہے زمانہ یہ آج تک
وہ لمحہ عزیز مرے پاس بھی نہیں

جام حیات گر کوئی لائے تو کیا کروں
صہبائے زندگی کی مجھے پیاس بھی نہیں

ہیں اب مری نگاہ میں جنگل اگے ہوئے
فصل بہار اب کے برس راس بھی نہیں

تم سے امید چارہ گری کس طرح سے ہو
تم سے وفاؤں کی تو مجھے آس بھی نہیں

ہر قطرۂ الم ہے جو طوفاں بنا ہوا
شاید ستمگروں کو یہ احساس بھی نہیں

آنکھیں بھی بند ہونے لگیں انتظار میں
اور تاج ان کے آنے کی اب آس بھی نہیں

حقیقت میں ان کا گماں ہوگئے ہم
بڑی معتبر داستاں ہوگئے ہم

کہیں قطرہ قطرہ سمندر بنے ہیں
کہیں صورت کہکشاں ہوگئے ہم

کئی اہل داماں نظر آئے ہم کو
تری آنکھ سے جب رواں ہوگئے ہم

سنا جب کہ ہیں تیری آنکھیں بھی پرنم
خدا جانے کیوں شادماں ہوگئے ہم

زمانہ توجہ سے سننے لگا ہے
غم دل ترے ترجماں ہوگئے ہم

ہر اک ساعت غم ہمیں ڈھونڈتی ہے
ترے دل میں شاید نہاں ہوگئے ہم

یہ کہتے ہیں ہم سے عزائم ہمارے
قفس توڑدو اب جواں ہوگئے ہم

تجھے تاج اس کی خبر ہی نہیں ہے
تری حسرتوں کا جہاں ہوگئے ہم

○○○○○

جب درد ہو رہا تھا ہنسی آگئی ہمیں
دل غم سے رو رہا تھا ہنسی آگئی ہمیں

نکھرے ہوئے چمن میں وہ پھولوں کا جھومنا
کانٹے چبھو رہا تھا ہنسی آگئی ہمیں

ساحل پہ چھوڑ کر ہمیں جب ناخدا وہیں
کشتی ڈبو رہا تھا ہنسی آگئی ہمیں

بیداری شعور سے ہم مطمئن رہے
ہر خواب سو رہا تھا ہنسی آگئی ہمیں

ٹپکا تھا ایک اشک جو یادوں کی بھیڑ میں
دامن بھگو رہا تھا ہنسی آگئی ہمیں

رقص حیات ، عہد وفا ، نغمہ، نشاط
یہ سب تو ہو رہا تھا ہنسی آگئی ہمیں

تابانیوں سے تاج کی شرماکے :
تاب اپنی کھو رہا تھا ہنسی آگئی ہمیں

ڈھونڈا نشان راہگزر کچھ نہیں ملا
ہم کو سوائے گرد سفر کچھ نہیں ملا

لمحے ہمارے ماضی کے سب کھو گئے کہیں
کرتی رہی تلاش نظر کچھ نہیں ملا

اذن سفر ملا ہے بہت شادماں ہیں ہم
یہ اور بات رخت سفر کچھ نہیں ملا

سنتے تھے ہم بہار گلستاں کی داستاں
دنیائے رنگ و بو میں مگر کچھ نہیں ملا

صحن چمن سے تو بھی اکیلی گزر گئی
ہم کو بھی اے نسیم سحر کچھ نہیں ملا

ہم بھی سوالی بزم تمنا میں تھے کبھی
لیکن سوائے دیدۂ تر کچھ نہیں ملا

ہم ریت کے مکان بنانے لگے ہیں تاج
کہتا ہے کون ہم کو ہنر کچھ نہیں ملا

حیات میری ہے اور اختیار اس کا ہے
ہر ایک بات میں اب اعتبار اس کا ہے

اس ایک پل نے کہا تھا کہ لوٹ آؤں گا
سو آج تک بھی مجھے انتظار اس کا ہے

کسے میں حال کہوں کس کو زخم دکھلاؤں
زمانہ میرا نہیں غمگسار اس کا ہے

ہر ایک ذات کا سایہ بھی ہے اسی جیسا
مرا وجود بھی اب رازدار اس کا ہے

یہ اضطراب کی موجیں تمام میری ہیں
کنارہ درد کا دریا کے پار اس کا ہے

ہم اس کی حد سے کہیں آگے جا نہیں سکتے
زمیں سے تا بہ فلک، سب حصار اس کا ہے

جو خواب آرزو اے تاج ہم نے دیکھا تھا
ہماری آنکھوں میں اب تک خمار اس کا ہے

کچھ خواب منجمد ہیں تو کچھ خواب ہیں رواں
یوں کٹ رہی ہے اپنی شب حسرت نہاں

پھر راہ شوق دینے لگی ہے صدا ہمیں
پھر ایک بار لے کے چلیں غم کا کارواں

اہل نظر نے ہم کو یہ سمجھا دیا ندیم
تلوؤں کے آبلے بھی بہاروں کے ہیں نشاں

شوق ہنر میں ہم کو یہ احساس ہی نہیں
آئینۂ حیات اٹھا لائے ہم کہاں

ہموار ہوگئے ہیں وفاؤں کے راستے
لیکن فصیل دار ابھی تک ہے درمیاں

آؤ قدم ملا کے چلیں ساتھ ساتھ ہم
آؤ کہ پار کرلیں، کوئی بحر بیکراں

سایہ مرے وجود کا کھوجائے گر کہیں
پوری نہ ہوگی میرے سفر کی یہ داستاں

بجھنے لگی ہے تاج مری شمع زندگی
عالم تمام ہونے لگا ہے دھواں دھواں

زخم اب قابل اظہار کہاں ہیں میرے
دل میں ناسور زمانے کے نہاں ہیں میرے

میں نے شبنم کے فسانوں کی بھی تاریخ لکھی
راستے آج تلک شعلہ فشاں ہیں میرے

تری خاطر مجھے اقرار جہاں اب بھی ہے
ورنہ یہ ارض و سما صرف گماں ہیں میرے

صاحب فکر و نظر میرا پتا جانتے ہیں
چاند، سورج، یہ ستارے بھی نشاں ہیں میرے

قید ہستی میں مقید ہوں میں طائر کی طرح
حوصلے پھر بھی بلند اور جواں ہیں میرے

پھر مرے ماضی کی یادیں مجھے تڑپاتی ہیں
پھر سے دریا کی طرح اشک رواں ہیں میرے

تاج رہتا تھا گریزاں ترا سایہ مجھ سے
اب تری ذات میں بھی جلوے عیاں ہیں میرے

()()()()()

شائد چمن میں اپنا گزارا نہ ہو کہیں
یہ دشت زندگی بھی گوارا نہ ہو کہیں

اک سایہ دشت دل میں ہے تنہا کھڑا ہوا
وہ بھی غم حیات کا مارا نہ ہو کہیں

ہر سمت پھول بکھرے ہوئے ہیں نگاہ میں
یہ بھی لٹے چمن کا نظارہ نہ ہو کہیں

حالانکہ خامشی ہی مسلط ہے ہر طرف
مجھ کو گماں ہے تم نے پکارا نہ ہو کہیں

جھکنے لگی ہے اہل نظر کی جبیں جہاں
وہ آستان شوق تمہارا نہ ہو کہیں

بن کر جو تاج آنکھ سے آنسو ٹپک گیا
بکھرا ہوا وہ خواب ہمارا نہ ہو کہیں

○○○○○

یہ کس مقام پہ لے آیا میرا ذوق سخن
گلوں کے نام سے ہوتی ہے اہل فن کو چبھن

نفس نفس میں کئی زندگی کے ساماں تھے
مگر حیات کے چہرے پہ آئی کیسے تھکن

شعور فکر و نظر نے ہمارے دیکھا ہے
ردائے اہل جنوں میں نہ داغ ہے نہ شکن

گھروں کے شیشے سبھی پتھروں سے ٹوٹ گئے
کہیں بھی چھاؤں نہیں ہر طرف ہیں زخمی بدن

دوا کی ، روٹی کی اب ان کو کیا ضرورت ہے
سلگتی لاشوں نے مانگا ہے صرف مجھ سے کفن

نظارے شہر تمنا کے چھاؤں دیتے ہیں
ہوا ہے خاک فسادوں میں یہ بھی حسن ظن

سنا ہے لوگوں نے کچھ بستیاں جلائی ہیں
نہ احترام وفا ہے نہ احترم وطن

گمان ہوتا ہے ہر لمحہ ہم کو زنداں کا
نہ جانے کیوں ہے گلستاں میں آج اتنی گھٹن

نہ لب پہ کوئی تبسم نہ کوئی نغمہ ہے
بجا رہا ہے مگر تاج کوئی ساز کہن



جگنو کو چمک پھولوں کو انگڑائی ملی ہے
مجھ کو تو ہر اک دور میں تنہائی ملی ہے

ہیں ساکت و جامد سبھی دنیا کے نظارے
پھر آج مجھے فرصت گویائی ملی ہے

اس دشت تمنا نے کئی زخم دئے ہیں
زخموں سے گلستانوں کو رعنائی ملی ہے

اوجھل ہے نگاہوں سے تجلی کا وہ مرکز
ورثہ میں مگر خواہش بینائی ملی ہے

کرتے رہو تم مشق علاج غم دوراں
منصب میں ہمیں بھی تو مسیحائی ملی ہے

طوفاں کی طرح آنکھ میں آتے رہے آنسو
دریا کی طرح سینے میں گہرائی ملی ہے

وہ اور تھے محفل میں تری جن کو ملا تاج
ہم کو تو یہاں آتے ہی رسوائی ملی ہے